جناب بشیر محمود اختر صاحب

اِسلام ——— میرا دِین

ایک برطانوی نومسلم کے احوال و افکار

مجھے ایک تربیتی کورس کے سلسلے میں اپریل تا جولائی لندن میں قیام کا موقع ملا۔ ایک روز اسلامی کتابوں کی ایک دُکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں ایک چھوٹی سی کتاب Islam -My Religion (اسلام۔ میرا دین) نظر پڑی۔ مصنف کا نام کیٹ سٹیونز Cat Stevens لکھا تھا اور اندر کے صفحے پر وضاحت کی گئی تھی کہ یہ صاحب برطانیہ کے مشہور موسیقار اور پاپ سنگر رہے ہیں۔ اب مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ اور یوسف اسلام کے نام سے موسوم ہیں۔ میں نے یہ کتاب خرید لی، اور اسے شوق سے پڑھا۔ یہ دراصل یوسف اسلام کا ایک انٹرویو تھا جو مارچ ۱۹۸۰ء میں لیا گیا تھا۔ آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

انٹرویو

س:۔ میں پہلا سوال یہ کرنا چاہوں گا کہ آپ کو اسلام کے بارے میں معلومات کس ذریعے سے حاصل ہوئیں؟

ج:۔ اسلام کے بارے میں مجھے سب سے پہلے اپنے بھائی ڈیوڈ کے ذریعے معلومات حاصل ہوئیں۔ پانچ سال پہلے انہوں نے یروشلم کا سفر اختیار کیا تھا۔ وہاں انہوں نے جن مقدس مقامات کی زیارت کی، ان میں ایک مسجد اقصیٰ بھی تھی۔ اس سے قبل وہ کبھی کسی مسجد کے اندر داخل نہیں ہوئے تھے۔ یہاں کی فضا مسیحی گرجوں اور یہودی معبدوں سے اس قدر مختلف تھی کہ انہوں نے اپنے آپ سے سوال کیا کہ یہ دین (اسلام) اتنا بڑا راز کیوں معلوم ہوتا ہے؟ وہ مسلمانوں کے رویّے اور سکون بخش اندازِ عبادت سے بہت متاثر ہوئے۔ انگلستان واپس پہنچتے ہی انہوں نے قرآن حکیم کا ایک نسخہ خریدا اور لاکر مجھے دیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ میں رہنمائی کا محتاج تھا۔ الحمد للہ

س:۔ جب آپ نے قرآن کا مطالعہ کیا تو آپ کو کس چیز نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟

ج:۔ یہ اس پیغام کی دائمی نوعیت تھی۔ میں حیران تھا کہ الفاظ سب کے سب آشنا قسم کے تھے لیکن ہر اس چیز سے بے حد مختلف تھے جس کا میں پہلے مطالعہ کر چکا تھا ——— وہ بہت سادہ اور صاف تھے۔ اس مرحلے تک زندگی کا مقصد میرے لئے ایک سربستہ راز کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے ہمیشہ اس بات پر یقین رہا کہ زندگی

کی اس تصویر کشی کے پسِ پردہ ایک زبردست تخلیق کار کا ہاتھ ہے۔ لیکن وہ ان دیکھا تخلیق کار کون ہے۔ اس کا پتہ نہ چلتا تھا۔ میں اس سے پیشتر بہت سے روحانی راستوں کی جادہ پیمائی کر چکا تھا لیکن تسکین کی پیاس کہیں نہیں بجھی میں ایک ایسی ناؤ کی مانند تھا جو پتوار اور کھیون ہار کے بغیر ہی چلی جا رہی تھی اور جس کی کوئی منزل مقصود نہ تھی لیکن جب میں نے قرآن کا مطالعہ شروع کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں اس کے لئے اور یہ میرے لئے تخلیق کیا گیا ہے — میں ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے تک اس کا بار بار مطالعہ کرتا رہا۔ اس دوران میری ملاقات کسی بھی مسلمان سے نہ ہوئی۔

میں قرآن کے پیغام میں پوری طرح مستغرق ہو چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اب جلد ہی یا تو مجھے پوری طرح ایمان لے آنا ہوگا یا پھر اپنی ہی راہ پہ چلتے چلتے موسیقی کی دنیا میں کھوئے رہنا ہوگا۔ یہ میری زندگی کا سب سے مشکل اقدام تھا۔ ایک روز مجھے کسی نے بتایا کہ لندن میں ایک نئی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ بس اب میرے لئے اپنا دین قبول کرنے کا وقت آ پہنچا تھا۔ ۱۹۷۷ء کے موسم سرما کی بات ہے کہ ایک جمعے کے روز میں مسجد کی طرف چل کھڑا ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد میں امام صاحب کے پاس آ پہنچا اور انہیں بتایا کہ میں قبول اسلام کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ مسلم برادری سے یہ میرا پہلا رابطہ تھا۔

س :۔ اب آپ مسلمان ہیں، مسلمانوں کے بارے میں آپ کے کیا تاثرات ہیں؟

ج :۔ میرا خیال ہے کہ بہت سارے مسلمان اپنا راستہ کھو بیٹھے ہیں کیونکہ انہوں نے صحیح طور پر قرآن کا مطالعہ نہیں کیا۔ یہ تو علم کا جوہر ہے اور جو لوگ اسے سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے سچی ہدایت کا حامل ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اسلام اصل میں صرف ایک ہی ہے یعنی اللہ کی اطاعت اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرماں برداری میرے نزدیک جنت کا یہی واحد محفوظ راستہ ہے۔ ہمیں سچ اور جھوٹ میں امتیاز کرنا چاہئے اس کے لئے ہمیں اپنے علم میں اضافہ کرنا چاہئے اور راہِ حق پر چلنے والوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم کے خزانے کی بے شمار کنجیاں دنیا میں بکھیر کر اسے محفوظ فرما دیا ہے۔ ہم مسلمانوں کو صرف آپس میں قریب آنے کی ضرورت ہے تاکہ صحیح معنوں میں اسلام کی حقانیت کی زیادہ جامع تفہیم حاصل ہو سکے۔ تمام مسلمان ایک خدا، ایک قرآن اور ایک رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ہر فرد اپنی پسند کے مطابق اپنی راہ متعین کرتا ہے۔ آخرت میں ہر کوئی اپنے ہی اعمال کا ذمہ دار ٹھہرے گا۔

س :۔ آپ کے لئے یہ کس قدر دشوار ثابت ہوا ہوگا کہ اچانک وہ بہت ساری باتیں ترک کر دیں جن کے آپ پہلے عادی رہ چکے تھے؟

ج :- یہ دشوار نہیں تھا کیونکہ میں بخوبی جانتا تھا کہ ان برائیوں کو ترک کر دینا ہی بہتر ہے۔ یہ برائیاں دراصل مجھے تباہ کر رہی تھیں۔ مثلاً شراب نوشی۔ سگریٹ نوشی اور سود خوری وغیرہ۔ لیکن اپنے پرانے دوستوں سے قطع تعلق کرنا میرے لئے سب سے زیادہ دشوار ثابت ہوا۔ میں یہ بات نہیں سمجھ سکا کہ وہ لوگ پیغام اسلام کا فہم کیوں پیدا نہیں کر سکے۔ جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکا میں ان کے ساتھ دوستی نبھاتا چلا گیا لیکن ایک ایسا بھی آیا جب اپنے دین کی خاطر میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اپنے ماضی اور اسلام کے درمیان مجھے ایک خط کھینچنا ہوگا۔ اس کے لئے مجھے کئی آزمائشوں سے گذرنا پڑا۔ مثال کے طور پر جب میں غیر مسلموں کے درمیان ہوتا تو ان سے معذرت طلب کر کے چپکے سے نماز کے لئے نکل جاتا۔ میں انہیں یہ نہ بتاتا کہ میں کہاں جا رہا ہوں کیونکہ یہ ان کے لئے قدرے عجیب سی بات ہوتی۔ پھر ایک روز میں نے تہیہ کر لیا کہ اب میں سب کو بتا دوں گا کہ میں نماز کی ادائیگی کے لئے جا رہا ہوں۔ چنانچہ سب نے میرا نقطۂ نظر سمجھ لیا اور اس کے لئے وہ میری عزت کرنے لگے۔ جب آپ اپنی بات پر ڈٹ جائیں اور اپنا فرض ادا کرتے چلے جائیں۔ تو اللہ اس میں آسانی فرما دیتا ہے۔ اس کے بعد مجھے کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔

س :- آپ اپنے ماضی کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ بتائیں گے؟

ج :- میں پندرہ برس کا تھا جب مجھے موسیقی سے بہت دلچسپی پیدا ہوگئی۔ میرے والد میرے لئے ایک چھتارا (گٹار) لے آئے اور میں نے اپنے گیت لکھنے کا آغاز کر دیا۔ میں نے کیٹ سٹیونز Cat Stevens کا نام منتخب کیا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں میرا پہلا ریکارڈ بہت مشہور ہوا۔ میں بہت کامیاب ہوا اور میرے گانوں کے ریکارڈ یورپ بھر میں فروخت ہونے لگے۔ لیکن یہ شو بزنس مجھے راس نہ آیا۔ میں نے کثرت سے مے نوشی اور سگریٹ نوشی شروع کر دی لہذا میں دق کا مریض بن گیا۔ اس سے میرا یہ ذریعہ معاش ختم ہو گیا۔ اور مجھے چند ماہ ہسپتال رہنا پڑا۔ اس دوران میں نے مشرقی فلسفے کا مطالعہ شروع کیا۔ میرے پاس ایک کتاب تھی جس کا نام The Secret Path (خفیہ راستہ) تھا۔ یہی کتاب روحانی معاملات سے میرا پہلا تعارف ثابت ہوئی۔ اسی کے ذریعے میں طمانیت و بصیرت کی تلاش کے طبے سفر پر روانہ ہوا۔ اس سفر نے بالآخر مجھے اسلام کے دروازے پر پہنچا دیا۔ میں نے ایسے گیت لکھنے شروع کئے جن میں اس روحانی بیداری کا اظہار ہوتا تھا۔ چنانچہ میرے یہ گیت میری سرگذشت بنتے چلے گئے۔

میں اکیس برس کا تھا جب مجھے پہلی عالمی سطح کی بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ میرے ان گیتوں کا سلسلہ Tea For Tillerman کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اس طرح میرا شمار اعلیٰ درجے کے فن کاروں میں ہونے لگا۔ میں سوچتا ہوں کہ ایک لحاظ سے میرے گانوں کے سلسلے میری اگلی منزل اور میرے سفر کے مختلف

مراحل ثابت ہوئے۔

س :۔ اس زمانے میں لوگ ساز و سنگیت کے متوالے ہو رہے ہیں حتیٰ کہ مسلمان بھی اس میں کھوئے جا رہے ہیں اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

ج :۔ بدقسمتی سے آج کل لوگ اپنی اپنی خواہشات کے مطابق چیزوں کی خریداری کی طرف مائل ہوتے ہیں ریکارڈ، فلمیں، ٹیپ، رسالے۔ ان میں سے اکثر پیسہ کمانے کی غرض سے ہی بنائے جاتے ہیں۔ پاپ موسیقی سننا تو خواب دیکھنے کی طرح ہے۔ اس سے عارضی طور پر چین ملتا ہے اس قسم کی موسیقی سننے والے عموماً حقیقت سے اتصال کے آرزومند ہوتے ہیں۔ موسیقی انہیں کچھ وقت کے لئے سکون پہنچاتی ہے۔ یعنی یہ اس بے رحم نظام سے تھوڑی دیر کے لئے فرار ہے جسے ہم ماڈرن زندگی کہتے ہیں۔

س :۔ تو کیا آپ نے اب موسیقی سے قطع تعلق کر لیا ہے ؟

ج :۔ میں نے موسیقی کے مشاغل ترک کر دیے ہیں مجھے خطرہ ہے کہ یہ مشاغل مجھے صراط مستقیم سے بھٹکا نہ دیں۔ میرا یہ کہنا شاید بڑا بول نہ سمجھا جائے گا کہ میں اب کبھی موسیقی کا شغل اختیار نہیں کروں گا۔ لیکن اس کے ساتھ انشاء اللہ کہے بغیر بات مکمل نہیں ہو سکتی۔

س :۔ تو اب آپ کیا پیشہ اختیار کریں گے ؟

ج :۔ میں دراصل صرف اللہ کا کام کر رہا ہوں۔ وہی میری دستگیری کر رہا ہے اور اس نے ایسا انتظام فرما دیا ہے کہ میں اپنا کام جاری رکھ سکوں۔ میری خواہش ہے کہ میں برطانیہ میں تبلیغ اسلام کی خدمت بجا لا سکوں اس کے لئے مجھے خواہ کچھ ہی کرنا پڑے اور کسی بھی حیثیت سے خدمت انجام دینی پڑے۔ اسلامی برادری روز بروز مستحکم ہو رہی ہے۔ اس وقت میرا کام عربی زبان کی تحصیل ہے۔ میری بڑی آرزو ہے کہ میں قرآن کو سمجھ سکوں۔ بہت سارے مسلمان عربی پڑھ سکتے ہیں اور ان کے لئے یہ کوئی خاص بات نہیں۔ لیکن مجھے ابھی تفہیم قرآن کا مرحلہ طے کرنا ہے۔

ہر آیت مکمل ہدایت ہے اور بذات خود ایک باب کا درجہ رکھتی ہے۔ مجھے اکثر یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوتا ہے کہ لوگ قرآن کا مناسب احترام نہیں کرتے اور اسے معمولی بات سمجھتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور سب زمانوں کے لئے کارآمد ہے۔ یہ ہر سچے دیندار کے لئے ایک مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔

س :۔ برطانیہ کے غیر مسلموں میں تبلیغ دین کی سرگرمیوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے ؟

ج :۔ اس سلسلے میں ہمیں احتیاط برتنی چاہئے اور عیسائیوں کا طریق کار اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ یہ ہم سب کی ایک بڑی ذمہ داری ہے۔ اسلام کا پیغام صرف زبان سے ہی نہیں پھیلانا چاہئے۔ پہلے تو آپ اس

بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کے اپنے اعمال درست ہیں۔ پھر سادہ اور واضح طریقے سے انہیں خوشخبری سنائیں کہ قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَد (کہیے کہ وہ اللہ ایک ہے) اس بات کی کوشش نہ کریں کہ اسلام کا پورا پیغام ایک ہی بار منتقل کر دیا جائے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن روانہ کیا تو ان سے فرمایا کہ تم ان لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں لہٰذا انہیں سب سے پہلے توحید کی دعوت دینا۔ جب یہ بات ان کی سمجھ میں آ جائے تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اگر وہ نمازیں ادا کرنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی جائیدادوں میں سے زکوٰۃ دینے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ زکوٰۃ ان میں سے مال دار لوگ ادا کریں گے اور محتاجوں میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اگر وہ اس پر رضامند ہو جائیں تو ان سے زکوٰۃ وصول کر لینا۔ لیکن لوگوں کی بہترین جائیدادوں سے درگذر کرنا۔

ایک مسلمان کو اول تو خوش خلق، مہربان اور متواضع ہونا چاہیے کہ یہ اوصاف خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود تھے۔ اگر ہم لوگوں کے سامنے بڑی منطقی بحثیں کرتے رہیں تو شاید وہ ہم سے متفق بھی ہو جائیں گے لیکن وہ ہم سے رخصت ہوتے ہی یہ سب باتیں فراموش کر دیں گے کیوں کہ انہوں نے ہمیں عملی طور پر کچھ کرتے نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجسم تھے۔ یہی بنیادی بات ہے۔ قرآن کو صرف پڑھ لینا کافی نہیں۔ اللہ تعو کے احکام انسان کی تکمیل کے لئے صادر فرمائے گئے اور قرآن انہی احکام کا مجموعہ ہے۔ آپ اسے صرف زبانی تبلیغ و بیان کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔ بلکہ اس پر عمل درآمد بہت ضروری ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ باتیں کم کریں اور عمل زیادہ۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہی کسی شخص کو قبول اسلام کی توفیق ملتی ہے۔

س:۔ اس ملک میں ذرائع ابلاغ سے اسلام کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ اسلام کے بارے میں معلومات حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ یا صحیح صورت حال سے واقف نہیں ہو پاتے۔ ہم ان تک اپنی بات کیسے پہنچا سکتے ہیں۔ یا انہیں کم از کم اتنا بتانے کی کوشش کر سکتے ہیں کہ صحیح اسلام ہے کیا؟

ج:۔ میں یہ بات آپ پر واضح کرنا چاہوں گا کہ لوگ اپنی مرضی کے آپ مالک ہوتے ہیں اور اپنی راہ کا آپ تعین کرتے ہیں وہ سب اس قدر احمق نہیں کہ جو کچھ اخبار میں پڑھیں یا خبروں میں سنیں تو اس پر یقین کر بیٹھیں۔ تاہم جب وہ خود مسلمانوں کے اعمال و افعال میں کچھ خرابیاں دیکھتے ہیں تو پھر اس بات کا احتمال بڑھ جاتا ہے کہ وہ جو کچھ پڑھتے ہیں اس پر اعتبار کر لیں۔ آپ جانتے ہیں کہ دعوت تو ذاتی طور پر دی جانی چاہیے تبلیغ اسلام کا کام بہترین طور

بہ رفاقت کے ذریعے سرانجام پا سکتا ہے۔ آج کی خبر کل پرانی ہو جاتی ہے۔ لوگوں میں اس طرح اشتغال تو پیدا کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا دیرپا اثر نہیں ہوتا۔ انہیں حقیقی معنوں میں متاثر کرنے والے درحقیقت وہ لوگ ہوتے ہیں جن سے وہ گھلتے ملتے ہیں اس لئے اگر آپ ایک مسلمان ہیں اور آپ کے قرابت داروں میں سے کوئی شخص اسلامی ضابطوں کا پابند نہیں ہے تو بلاشبہ آپ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ کسی غیر شخص کے پاس جانے سے پہلے اپنے اس قرابت دار کی خبر لیں سب سے پہلے اپنے کنبے کی حفاظت کو یقینی بنانا ضروری ہے صرف مسلمان کہلوا لینے سے ہم سزا سے نہیں بچ سکتے ہم میں سے بہت سارے تو ابھی اسلام کے اصل پیغام سے ناآشنا ہیں۔

یوسف اسلام کا یہ انٹرویو پڑھ کر میں بہت متاثر ہوا اور ان کے بارے میں مزید جاننے کا شوق پیدا ہوا۔ دریافت کرنے پر اتنا معلوم ہوا کہ یہ صاحب لندن ہی میں رہتے ہیں اور انہوں نے تبلیغ دین کے لئے اپنا ایک حلقہ قائم کر رکھا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں بعد یہ مژدہ جاں فزا سننے میں آیا کہ یہ صاحب ۲۸ مئی ۱۹۸۲ء کو سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز کے اسمبلی ہال میں جمعے کی نماز کے بعد خطاب فرمائیں گے۔

میں اپنے کورس کے سلسلے میں لندن یونیورسٹی کے انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن میں آیا کرتا تھا۔ مذکورہ سکول وہاں سے قریب ہی تھا اور میں جمعے کی نماز اکثر وہیں ادا کرتا تھا۔ سکول کے ایک کمرے میں جائے نمازیں اور چادریں بچھا دی جاتی تھیں اور یونیورسٹی کے مسلمان اساتذہ اور طلبہ نماز ادا کرتے تھے۔ باقاعدہ خطبہ ہوتا اور نمازیوں کی تعداد تیس پینتیس کے قریب ہوا کرتی تھی۔ جمعے کی نماز کا وقت ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں دوپہر کے کھانے کے وقفے میں پڑتا تھا اور کلاس دوبارہ شروع ہونے تک میں جمعے سے فارغ ہو کر واپس پہنچ جاتا۔

اس اطلاع سے مجھے بہت خوشی ہوئی چنانچہ میں اور میرے ایک ساتھی پروگرام کے مطابق وہاں پہنچ گئے۔ اس روز اسمبلی ہال کے ایک حصے میں اسلامی کتابوں کی نمائش بھی ہو رہی تھی۔ ایک نظر ان کتابوں پہ بھی ڈالی لیکن نگاہیں یوسف اسلام کی جستجو میں تھیں۔

نماز سے پہلے ایک صاحب نے خالص عربی لہجے میں اذان دی۔ جو بڑی مسحور کن تھی۔ یہ صاحب لمبا سفید کرتہ پہنے تھے۔ سر پہ چھوٹی سی پگڑی۔ خوبصورت داڑھی۔ متناسب مونچھیں۔ سرخ و سفید رنگت۔ نوجوانی کا عالم چہرے پر اطمینان اور آنکھوں میں کشش — بعد میں انکشاف ہوا کہ یہی یوسف اسلام ہیں۔

نماز سے فارغ ہوتے ہی جائے نمازیں۔ چادریں وغیرہ سمیٹ دی گئیں۔ ہال کی کرسیاں اور بنچیں ترتیب سے لگا دی گئیں۔ تقریب کا آغاز ہوا اور یوسف اسلام کی تقریر شروع ہوئی۔ میں بڑے اشتیاق اور انہماک سے تقریر سن رہا تھا۔ نظریں مقرر کے چہرے پر جمی تھیں۔ رات کو وہ ساری تقریر یاد کر کے اردو میں قلم بند کی آپ

آپ مطالعہ فرمایئے۔

یوسف اسلام کی تقریر | جمعے کا دن بڑا مبارک ہوتا ہے اس روز مسلمان جمع ہو کر جمعے کی نماز ادا کرتے ہیں نماز تو وہ دن میں پانچ بار پڑھتے ہیں۔ لیکن اس روز کا اجتماع اپنی ایک خاص اہمیت اور خصوصیت رکھتا ہے۔ میرے لئے یہ دن اور بھی اہمیت رکھتا ہے کہ میں ایک جمعے کے روز ہی ریجنٹ پارک کی مسجد میں جا کر مشرف بہ اسلام ہوا تھا اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر پہلی بار نماز ادا کی تھی۔

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ یہ قصہ دراصل کچھ یوں ہے کہ ایک پاپ سنگر کی حیثیت سے میری خاصی شہرت ہو چکی تھی۔ میرے کئی گانے بے حد پسند کئے گئے تھے اور لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گئے تھے۔ مجھے اپنی شہرت اور کارکردگی برقرار رکھنے کے لئے بڑی جانفشانی سے کام کرنا پڑتا تھا۔ اس کے نتیجے میں شہرت کے ساتھ ساتھ دولت نے بھی میرے پاؤں چومے۔ مجھے دنیا کی ہر نعمت میسر تھی۔ ہر وہ چیز میرے پاس تھی جس کی میں تمنا کرتا تھا لیکن کبھی کبھی میں سوچتا کہ کیا دولت ہی زندگی کا اصل مقصد ہے؟ کیا یہی کامیابی ہے؟ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی میرے دل میں بے اطمینانی کی چبھن محسوس ہوا کرتی تھی۔ میں نے دنیا کے سب مزے لوٹے اور زندگی کے سب ذائقوں سے شاد کام ہوا لیکن کبھی سکون و راحت کا سراغ نہ ملا۔ میں نے مے نوشی میں پناہ ڈھونڈی اور ایک بلا نوش بن گیا۔ اس سے میری صحت بے حد متاثر ہوئی میں ٹی بی میں مبتلا ہو گیا اور چند ماہ تک ہسپتال رہنا پڑا۔

میں ایک کیتھولک عیسائی تھا اور کبھی کبھار سوچتا تھا کہ کیا زندگی کی دلکشی اور دلفریبی میں انہماک اور ہفتے کے چھ روز دنیا کے دھندوں میں اس طرح کے استغراق کی تلافی صرف اتوار کو گرجا کی حاضری سے ہو جاتی ہے؟ اس طرح کی مادہ پرستانہ دنیاداری اور ہمارے مذہب کے تقاضوں کا باہمی ربط کیا ہے؟ ایسی باتوں پر غور کر کے میں بڑا پریشان ہو جاتا۔ اور مجھے کہیں سے اپنے ابھرتے ہوئے سوالوں کا جواب نہ ملتا۔ میں نے اطمینان قلب کے لئے ہر راہ اپنائی لیکن تھوڑی دور چل کر احساس ہو گیا یہ راہ منزل تک نہیں پہنچا سکتی۔

میں بچپن ہی سے ایک فن کار بننے کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک گلوکار بننے کے لئے میں نے بڑی مشقت کی۔ پھر مجھے ایک رقاص بننے کی سوجھی۔ ان مشاغل کے ساتھ ساتھ میری روحانی جستجو کا سفر شروع ہو چکا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اپنی عمر کے انیسویں برس جب کہ میں اپنی شہرت کی بلندیوں پر تھا۔ مجھے ایک ذہنی کرب کا احساس ہوا میں مادی چیزوں میں کھو چکا تھا لیکن کبھی کبھی وہ سب کچھ مجھے بے اصل اور ہیچ معلوم ہونے لگتا تھا۔ ایک بار تو سکون کی تلاش میں میں نے بدھ مت کا پیرو کار بننے کی ٹھان لی۔ لیکن اس کے مطالعے سے پتہ چلا کہ ایک بھکشو کی زندگی ایک عام شخص کی زندگی سے یکسر مختلف ہے۔ پھر وہ زندگی بھی کیا ہوئی کہ آپ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اور سب سے قطع تعلق کر کے جنگل بیابان کی راہ لیں اور زندگی کی کوئی سرگرمی باقی نہ رہے۔

کبھی مجھے یوگا نے بڑا متاثر کیا۔ اس کی مختلف مشقیں مجھے پسند آئیں اور کبھی کبھی مجھے قدرے اطمینان کا احساس بھی ہوا۔ لیکن جلد ہی ظاہر ہو گیا کہ یوگا یا اس قسم کے اور سب طریقے زندگی کی حقیقت نہیں ہیں۔ ان میں سے کسی کو آپ زندگی کا لائحہ عمل قرار نہیں دے سکتے۔ ان کے اصول قاعدے بظاہر کتنے ہی بھلے کیوں نہ لگتے ہوں۔ زندگی کی ساری وسعتوں اور عملی ضرورتوں کو محیط نہیں ہیں۔ آپ اپنے سارے سوالوں کا جواب ان سے طلب نہیں کر سکتے مختلف طریقوں اور مذہبوں میں بعض بعض باتیں بہت ہی عمدہ اور دلکش دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن زندگی کی مکمل رہنمائی میسر نہیں آتی۔ اور حقیقت کا انکشاف نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہ سوچ سوچ کر میرے گرد مایوسی اور اداسی کا ایک پردہ چھا گیا۔

میری عمر اب چھبیس برس کے لگ بھگ ہو گئی اور کام حسب معمول ہو رہا تھا۔ انہی دنوں میرے بڑے بھائی ڈیوڈ کو یروشلم جانے کا اتفاق ہوا۔ یہ ان کا ایک ایسا سفر تھا جس کا ایک مقصد مقدس مقامات کی زیارت بھی تھا شاید وہ وہاں جا کر دیکھنا چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہاں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی زندگی کے دن کہاں کہاں گذارے اور کس کس مقام پر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا۔ شاید وہ اطمینانِ قلب کی خاطر وہاں گئے تھے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انہیں وہاں کچھ نہیں ملا۔

ایک روز وہ گھومتے پھرتے مسجد اقصیٰ میں جا نکلے۔ وہ اس کے جمال اور وقار سے قدرے متاثر ہوئے اور وہاں ایک خاص طرح کا روحانی سکون محسوس کیا۔ مسیحی اور یہودی عبادت گاہوں کے برعکس یہاں ان کا ایک مختلف تجربہ ہوا۔ کشادہ اور مسجد میں نمازیوں کی سجدہ ریزی کا سکون بخش منظر انہیں کہیں دکھائی نہ دیا تھا۔ وہ اس سے پہلے کبھی کسی مسجد کے اندر نہیں گئے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ یہاں کوئی راز نہیں ہر شے عیاں اور کھلی ہے۔ بہر حال انہوں نے انگلستان پہنچتے ہی قرآن شریف کا ایک ترجمہ خرید لیا۔ انہوں نے شاید اس کا تھوڑا بہت مطالعہ بھی کیا اگرچہ ہم بھائیوں کے درمیان تحفوں کا تبادلہ شاذ ہی ہوا ہے۔ لیکن انہوں نے یہ انگریزی ترجمہ بطورِ تحفہ مجھے عنایت فرمایا۔ شاید یہ سوچ کر کہ مجھ پریشان خاطر کو ہدایت کی زیادہ ضرورت تھی۔

الحمدللہ کہ میں نے قرآن شریف کا مطالعہ شروع کیا جوں جوں میں آگے بڑھتا گیا مایوسی اور اداسی کا پردہ چاک ہوتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ زندگی کا ایک واضح مفہوم میری سمجھ میں آنے لگا۔ زندگی کی روشنی مجھ پر طلوع ہونے لگی اور حقیقت کے انکشاف کا آغاز ہو گیا۔ میں آہستہ آہستہ اپنے گرد و پیش، اپنے ماحول اور اپنے دوستوں سے بیزار ہونے لگا۔ اور ان سے کنارہ کشی اختیار کرتا گیا۔ اس سلسلے میں مجھے بڑی دشواری کا سامنا ہوا۔ میں اپنے اندر جو تبدیلی محسوس کر رہا تھا اس کا اظہار میرے گیتوں میں بھی ہونے لگا۔

قرآن شریف کے مطالعہ سے مجھ پر یہ حقیقت کھل گئی کہ میں جو مکمل نظام حیات تلاش کر رہا تھا اور جس حقیقت

کے حصول کے لئے بھٹکتا پھر رہا تھا وہ اسلام کی راہ پر چلنے ہی سے حاصل ہو سکتی ہے شک کے سب کانٹے نکل چکے تھے اور ایمان کے تازہ پھول کھلنے لگے تھے۔ میں کوئی ڈیڑھ سال تک قرآن شریف کو بار بار پڑھتا رہا اور سوچتا رہا کہ شاید میں اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ اور یہ میرے لئے تخلیق ہوا ہے۔ میں اب تک کسی مسلمان سے نہیں ملا لیکن مجھے احساس ہونے لگا کہ مجھے جلد ہی یا تو مکمل طور پر ایمان لے آنا ہوگا یا موسیقی کے دھندے ہی میں پھنسے رہنا ہوگا۔ یہ وقت میرے لئے بڑا کٹھن تھا۔

ایک روز کسی نے لندن کی ایک نئی مسجد کا تذکرہ کیا۔ قبولِ دین کا لمحہ آپہنچا تھا ۱۹۷۷ء کا موسم سرما تھا کہ ایک جمعے کے روز میرے قدم مسجد کی طرف اٹھنے لگے۔ جمعے کی نماز کے بعد میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا اور اس طرح مسلمانوں سے میرا پہلا رابطہ قائم ہوا۔

مجھے قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی نظر آئے جن کی اپنی ایک شخصیت تھی اور جن کا اپنا ایک پیغام تھا۔ وہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول تھے۔ اُن کی صرف ایک ہی تصویر ابھرتی ہے اور وہ ایک انسانی تصویر ہے۔ دنیا کے مختلف گرجاؤں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنی ہوئی تصویریں اور مورتیاں ایک دوسرے سے مختلف ہیں وہ مختلف شخصیتوں کو نمایاں کرتی ہیں لیکن وہ نہ خدا تھے۔ نہ خدا کے بیٹے۔ قرآن شریف میں ان کی صحیح شخصیت کا تصور واضح ہوتا ہے۔

مجھے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی نظر آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اپنے بیٹے کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ وہ آزمائش میں پورے اترے اور اللہ تعالیٰ نے قربانی کے لئے ایک مینڈھا بھیج دیا۔ تب سے انسانی قربانی کا تصور ختم ہوا اور جانور کی قربانی کی روایت قائم ہوئی۔

بہر حال سب پیغمبر خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لہٰذا سب قابلِ احترام ہیں۔ اور سب کے بعد تشریف لانے والے حضورِ اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جن کا پیغام رہتی دنیا تک کے لئے ہے اب یہ ہمارا کام ہے کہ ان کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن رہیں اور دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کریں۔

الحمد للہ! میں ایک مسلمان کی حیثیت سے بہت خوش ہوں۔ میری بیوی بہت اچھی مسلمان ہے۔ ہم اپنے بچوں کو بھی بہت اچھا مسلمان دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور اسلام کی خدمت میں زندگی گذار دینا چاہتے ہیں ؏

★ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن جب لوگ اپنی قبروں سے نکلے جائیں گے تو جو لوگ متکبّر تھے اپنے بڑائی کے زعم میں دوسرے کی حقارت کرتے تھے۔ وہ قبروں سے سب سے چھوٹی چیونٹی کی صورت میں اٹھائے جائیں گے۔ اور نہایت ذلیل ہوں گے۔